ایک مجلس کی تین طلاقیں
اور بھارتی سپریم کورٹ کا فیصلہ

فقہی جمود نے غیروں کو جگ ہنسائی کا موقع دے دیا!! إنا للہ و إنا إلیہ راجعون

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا مسئلہ اگرچہ صدیوں سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے لیکن جب تک اسلامی یا مسلمان معاشروں میں شریعت پر عمل کا جذبہ توانا، مرد اور عورت کے باہمی حقوق کی پاسداری کا خیال فراواں اور ہمدردی و تعاون کا سکہ رواں رہا، اس مسئلے نے زیادہ گھمبیر شکل اختیار نہیں کی تھی، اس لئے اس کی کٹھنائیاں بھی زیادہ سامنے نہیں آئیں۔ لیکن اب صورتِ حال سالہا سال سے کافی مختلف ہے۔ اب مسلمانوں کی اکثریت جہاں ایک طرف اسلامی تعلیمات سے نابلد ہے تو دوسری طرف صبر و تحمل سے بھی عاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے طلاق کی شرح برائے نام تھی تو اب اس کی شرح آسمانوں سے باتیں کرتی نظر آتی ہے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ فقہی جمود کہ عام لوگوں کی جہالت کی وجہ سے تو ہزاروں گھر اُجڑ گئے اور اُجڑ رہے ہیں اور پتہ نہیں کب تک اُجڑتے رہیں گے لیکن عوامی اکثریت کے حامل حنفی علما اس صورتحال پر سنجیدہ غور و فکر کرنے سے گریزاں ہیں۔ اُجڑتے گھرانے اور بڑھتے مسائل آئے روز ان کی نظروں کے سامنے آتے ہیں لیکن وہ کوئی شرعی گنجائش دینے کو آمادہ نہیں۔ جس چیز کا حل شریعتِ اسلامیہ میں موجود ہے حتی کہ فقہ حنفی میں بھی اس کے بعض شرعی متبادل پائے جاتے ہیں لیکن ایسے متوازن حل کی طرف پیش قدمی کی بجائے حلالہ کا ناجائز اور بے غیرتی بر مبنی راستہ دکھا دیا جاتا ہے۔ اس طرح حنفی علما نے اپنے معتقدین کے لئے آسانی کی بجائے ایک مشکل ترین راستے کو منتخب کر رکھا ہے۔ جو عورت ایک بار ان مسائل کا شکار ہو جائے تو بے شک اس کا گھر اُجڑ جائے، اس کے بچے رُل جائیں، خود وہ عورت بے آسرا اور بے سہارا ہو کر دربدر کی ٹھوکریں کھائے لیکن ان تقدس مآبوں کے دل نہیں پسیجتے، ان کے دکھوں اور دردوں کا کوئی درماں ان کے پاس نہیں ہے، اُن کے رِستے زخموں کے لئے ان کے پاس کوئی پھاہا نہیں ہوتا۔

کیا یہ اسلامی یا مسلمان معاشرے کی اچھی تصویر ہے...؟

یا خدا نخواستہ اسلام کا نظامِ طلاق ایسا بے رحمانہ اور ظالمانہ ہے...؟

کیا اسلام میں مذکورہ مظلوم عورتوں اور بچوں کا کوئی حل نہیں ہے...؟

کیا ایک مسلمان کی جہالت کا ازالہ 'بے غیرتی' (حلالہ) اختیار کئے بغیر نہیں ہو سکتا؟

ہمارے یہ چار سوال ان علماء سے ہیں جو فقہی جمود میں اس طرح مگن ہیں کہ ان مسائل کے حل کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں جاتی۔

ہم عرض کریں گے کہ اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے سب سے پہلے عورتوں پر ہونے والے مظالم کا خاتمہ کیا تھا، ان کو عزت و احترام کا اعلیٰ مقام عطا کیا تھا، وہ اس ظلم و ستم کا روادار کب ہو سکتا ہے جو مسئلۂ طلاقِ ثلاثہ کے نام پر مذہبی قیادت کی طرف سے عورتوں پر رَوا رکھا جا رہا ہے۔ ان حضرات کے اس رویے سے اسلام پر ایسے بدنما اعتراضات اُٹھ جاتے ہیں جن کی وضاحت ممکن نہیں رہتی۔ اسلام کے نظامِ طلاق میں قطعاً ایسی کوئی بات نہیں جس سے مسلمان عورت پر ظلم کا دروازہ کھلے۔ البتہ اس میں دو عنصر ایسے ہیں جو اسلام کی بدنامی کا باعث ہیں:

ایک، اسلام نے مرد کو جو طلاق کا حق دیا ہے، جو بڑی حکمتوں پر مبنی ہے، مسلمان مرد اپنے اس حق طلاق کو غلط طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

دوسرے، وہ علماء ہیں جو طلاق کے غلط طریق استعمال سے ہونے والی کوتاہیوں کا ازالہ کرنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ اگر ان دونوں کا رویہ صحیح ہو جائے یا کم از کم دونوں میں سے کوئی ایک ہی اپنا رویہ ٹھیک کرلے تو یہ مسئلہ نہایت آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔

① پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو طلاق کا حق اس لئے نہیں دیا کہ وہ اس کو غلط طریقے سے استعمال کرکے عورت پر ظلم کرے اور ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے ڈالے[1]۔ بلکہ گھر کا نظام مستحکم طریقے سے چلانے کے لئے مرد کو حاکمیت کا جو مقام عطا کیا گیا ہے، حق طلاق بھی اس کا ایک حصہ ہے۔

② بدقسمتی سے مسلمان عوام میں اسلامی تعلیمات کا یہ شعور بالعموم نہیں ہے لیکن علماء کو تو باشعور ہونا چاہئے تاکہ وہ عوام کی جہالت کا ازالہ 'خرابیٔ بسیار' سے پہلے ہی کرلیں اور ایسا کرنا کوئی مشکل بات بھی نہیں ہے۔ صرف فقہی جمود کے بجائے فقہی توسع کی اور شریعت کی عطا کردہ سہولتوں سے عوام کو بہرہ ور کرنے کی

---

1 اس کی تفصیل راقم کی کتاب 'ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل' ناشر: دارالسلام، لاہور میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ضرورت ہے۔

عوام تو کالأنعام ہوتے ہیں، ان کو سمجھانا مشکل ہے، نیز ان کی تعداد بھی علماء کے مقابلے میں بے انتہا ہے، ان سب تک رسائی ناممکن ہے۔ اگر علماء اس کو سمجھ لیں اور ان کے دل عوام کی خیر خواہی کے جذبوں سے معمور ہوں تو یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔

ہم پورے شرحِ صدر اور نہایت یقین و اذعان سے یہ بات کہتے ہیں کہ ہم مسئلے کا جو حل پیش کریں گے، اس میں دائرۂ شریعت سے قطعاً تجاوز نہیں ہوگا بلکہ فقہی جکڑ بندیوں سے بھی باہر نکلنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، کیونکہ بہت سے حنفی علما انہی فقہی پابندیوں میں ہی جینا چاہتے ہیں۔

موجودہ حالات میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کا صحیح حل

مسلمان عوام کی جہالت، بے صبری و عدم تحمل اور طریقۂ طلاق سے بے شعوری کی وجہ سے مسلمان عورتوں اور بچوں پر جو ظلم ہو رہا ہے، اس کے ازالے کا ایک ہی طریقہ اور اس مرض کا ایک ہی علاج ہے کہ بیک وقت دی گئیں تین طلاقوں کو ایک طلاقِ رجعی قرار دیا اور تسلیم کرلیا جائے تاکہ عدت کے اندر رجوع اور عدت گزرنے کی صورت میں نئے نکاح کے ذریعے سے ٹوٹا ہوا تعلق بحال ہو جائے۔ یوں بے شمار گھر اُجڑنے سے اور بچے بے سہارا ہونے سے بچ جائیں گے۔

یہ حل قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق ثابت شدہ بھی ہے اور اس کے اختیار کرنے سے مذہبِ حنفی سے خروج بھی لازم نہیں آتا۔ اس کی مکمل تفصیل اور دلائل راقم کی کتاب 'ایک مجلس میں تین طلاقیں' نامی کتاب میں موجود ہیں، یہاں صفحات کی تنگ دامانی اس کے بیان کرنے سے مانع ہے۔

یہ دلائل الحمدللہ اتنے قوی ہیں اور موجودہ حالات کے تناظر میں ان کی صحت بھی اتنی یقینی ہے کہ برصغیر پاک وہند کے متعدد حنفی علمانے بھی ان سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے فتووں، مقالات اور سیمیناروں میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرکے رجوع اور صلح کا حق دینا شرعاً بالکل صحیح ہے اور یہ دیا جانا چاہیے۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق تسلیم کرنے والے بھارتی حنفی علماء کے اسمائے گرامی

بھارت کے جن حنفی علمانے اس موضوع پر اپنے نتائج مطالعہ و تحقیق پیش کیے ہیں، اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنے پر زور دیا ہے، ان میں سے چند نمایاں نام حسب ذیل ہیں:

① مولانا ابو الکلام آزاد
② مولانا سعید احمد اکبر آبادی — مدیر ماہنامہ 'برہان' دہلی
③ مولانا عروج احمد قادری — مدیر ماہنامہ 'زندگی' رامپور
④ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن — صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت
⑤ مولانا حامد علی — سیکرٹری جماعتِ اسلامی، ہند
⑥ مولانا شمس پیرزادہ — ممبئی
⑦ مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمی — فاضل دیوبند
⑧ مولانا وحید الدین خان
⑨ مولانا سلطان احمد اصلاحی
⑩ مولانا سید سلمان الحسینی الندوی
⑪ مولانا الطاف احمد اعظمی
⑫ مولانا عنایت اللہ اسد سبحانی — ڈائریکٹر کلیۃ القرآن، کیرالہ
⑬ مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلالی — مالیر کوٹلہ (ماہنامہ 'الشریعہ' گوجرانوالہ)
⑭ مولانا ابو الحسنات ندوی — رفیق دار المصنفین، اعظم گڑھ — وغیرہم

بعض علما وہ ہیں جنہوں نے اہلحدیث علما سے فتوے حاصل کر کے رجوع کرنے کا جواز تسلیم کیا ہے۔ ان میں

⑮ مولانا عبد الحیٔ لکھنوی
⑯ مفتیٔ اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ مرحوم جیسے کبار علما شامل ہیں۔

پاکستانی علمائے احناف اور اہل فکر و دانش

⑰ پیر کرم شاہ الازہری — بھیرہ
⑱ مولانا عبد الحلیم قاسمی — جامعہ حنفیہ قاسمیہ گلبرگ، لاہور
⑲ حافظ حسین احمد قاسمی — جامعہ حنفیہ گلبرگ، لاہور
⑳ مولانا حسین علی — واں بھچراں
㉑ مولانا یٰسین شاہ — فاضل دیوبند، جھنگ

۲۲ مولانا احمد الرحمٰن — خطیب جامع مسجد، پاک سیکرٹریٹ، اسلام آباد
۲۳ پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم وِرک — گورنمنٹ کالج قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ
۲۴ ڈاکٹر رضوان علی ندوی — کراچی
۲۵ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری — دار العلوم رضویہ، ماڈل ٹاؤن لاہور
۲۶ مولانا مفتی محمد زاہد — شیخ الحدیث جامعہ امدادیہ فیصل آباد (ان کا فتویٰ نشے کی حالت میں عدم طلاق کا ہے جس کے اکثر احناف قائل نہیں۔)
۲۷ مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم — دار العلوم کراچی
۲۸ جناب عمار خان ناصر — مدیر ماہنامہ 'الشریعہ' گوجرانوالہ
۲۹ ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی — ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا وغیرہم

برصغیر پاک وہند کے مذکورہ تمام علمائے احناف کے فتاویٰ، مقالات اور آرا راقم کی کتاب 'ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل، مشاہیر اُمت اور پاک وہند کے متعدد علمائے حنفیہ کی نظر میں' موجود ہیں۔ یہ کتاب دار السلام لاہور سے ۲۰۰۷ء میں چھپی ہوئی مارکیٹ میں موجود ہے۔

ان سب کے اقتباسات تو اس مضمون میں نہیں دیئے جاسکتے، چند آراء ذکر کی جاتی ہیں، باقی آراء کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں:

① ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی (فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا) اسی بھارتی سپریم کورٹ کے زیر بحث مسئلے سے متعلق فیصلے پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں، یاد رہے کہ موصوف پختہ حنفی ہیں:

"اس سماجی تفاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے سماج میں طلاق کی صورت میں سزا مرد کو نہیں، بیوی کو ملتی ہے۔ مزید یہ کہ جہالت، دین سے بے بہرہ ہونے اور اُجڈپن کی وجہ سے طلاق چونکہ اچانک اور یکبارگی تین دے دی جاتی ہیں، جو ایک خاندان، دو گھرانوں اور بچوں کے لئے تباہ کن ہوتی ہے۔ ایسے میں یکبارگی تین طلاق کو نافذ کرنا مجرم کو سزا دینا نہیں بلکہ مظلوم پر مزید ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ہماری رائے یہ ہے کہ حالات وزمانے کی تبدیلی کی رعایت کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے سماج میں یکبارگی دی جانے والی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جائے۔ جیسا کہ عہدِ نبوی اور عہدِ صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ کے ابتدائی دو سالوں میں یہی قانون تھا۔ نیز کئی ایک صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ کرام کی بھی یہی رائے ہے۔ نیز اگر حکومت مختلف فقہی آراء میں سے کسی ایک رائے کو قانون کا درجہ دے دے تو

وہ رائے مرجوح ہو، تب بھی فتویٰ اور فیصلے اسی کے مطابق کئے جائیں گے۔''[1]

④ مولانا سلطان احمد اصلاحی، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ کے نہایت اہم رکن ہیں۔ مسلکاً حنفی ہیں، لیکن اللہ نے فقہی جمود سے ہٹ کر سوچنے کی توفیق سے نوازا ہے۔ طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سرفہرست مسئلہ طلاقِ ثلاثہ کا ہے۔ ہندوستان کے موجودہ حالات میں مصلحت اس کی متقاضی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی تسلیم کیا جائے۔ ضرورت کے تقاضے سے اگر مفقود الخبر کے مسئلے میں مالکیہ کے مسلک پر شرحِ صدر سے عمل کیا جارہا ہے تو اس طرح کی ضرورت سے اگر اس مسئلے میں بھی مسلکِ اہل حدیث کو اختیار کرلیا جائے تو یہ کوئی گناہ اور کسی جرم کا ارتکاب نہیں ہوگا۔ حلالے کا حیلۂ شرعی آج کے تنقیدی اور سوالیاتی دور میں اس دین کی بدنامی کا باعث ہے۔ اس برائی کے ارتکاب سے بہت بہتر ہے کہ اُمت کے ایک معتبر فقہی دھارے کی رخصت اور رعایت سے فائدہ اُٹھالیا جائے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھے جائیں خاکسار کے دو مضامین: 'مسئلہ طلاق، متوازن نقطۂ نظر' اور 'مسئلہ طلاق، بعض ملاحظات' مطبوعہ سہ روزہ 'دعوت' دہلی۔ نیز پندرہ روزہ 'ترجمان' اہل حدیث دہلی۔ اس سلسلے میں علمائے ملت سے اسی قدر گزارش کی جاسکتی ہے کہ وہ اسے مسلکی اَنا کا مسئلہ بنانے کی بجائے اسلام، اُمت اور دعوت کے پس منظر میں دیکھیں اور اللہ کے دین کو بدنام ہونے سے بچائیں۔''[2]

③ ایسے ہی ماہ نامہ 'الشریعہ' کے مدیر جناب عمار خاں ناصر اپنے ایک مضمون بعنوان 'معاشرہ، قانون اور اخلاقیات' 'نفاذِ شریعت کی حکمتِ عملی کے چند اہم پہلو' میں تحریر کرتے ہیں:

''ایک ایسا معاشرہ جہاں لوگوں کی اکثریت طلاق کے شرعی طریقے اور اس کی حکمتوں سے ناواقف ہو، جہاں معاشرتی، معاشی مشکلات و مسائل نے لوگوں سے صبر و حوصلہ اور تحمل چھین کر اُنہیں ذہنی تناؤ کا مریض بنادیا ہو، جہاں مطلقہ عورت کے لئے باعزت زندگی گزارنا یا عقدِ ثانی کرنا بے حد مشکل ہو اور طلاق مرد کی بجائے حقیقت میں عورت کے لئے سزا قرار پائے، کیا ایسے معاشرے میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو لازماً نافذ قرار دینا حکمت و مصلحت پر مبنی شریعت کا منشا ہوگا اور کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی

---

۱ ماہنامہ 'الشریعہ' گوجرانوالہ، اکتوبر ۲۰۱۷ء: ص ۳۴

۲ مجموعۂ مقالات، سیمینار 'علوم الحدیث، مطالعہ و تعارف': ص ۲۲۶، ۲۳۱

مقرر کردہ حدود کو پامال کرنے کی سزا فی الواقع اس کے اصل مجرم یعنی شوہر ہی کو ملے گی۔''[1]

موصوف کے اس اقتباس سے واضح ہے کہ وہ اپنے ہم مسلک علمائے احناف بلکہ اپنے دادا مرحوم کے موقف کو کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہو جاتی ہیں، شریعت کی حکمت و مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

مسئلہ زیر بحث، مذاہبِ اربعہ کی روشنی میں

برصغیر پاک و ہند کے جن علمائے احناف نے طلاقِ ثلاثہ کے ایک طلاق رجعی ہونے کا موقف اختیار کیا ہے، وہ قرآن و حدیث کی تصریحات کے تو مطابق ہے ہی لیکن اس میں ائمہ اربعہ کے مسلک سے بھی انحراف نہیں پایا جاتا جن کی بابت یہ دہائی دی جاتی ہے کہ ان کے متفقہ مسلک سے انحراف کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ لیجئے! ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ کا موقف بھی ذیل میں ملاحظہ فرمالیں:

مذاہب اربعہ کا متفقہ موقف... تاکید کے طور پر ''تین طلاقیں، ایک ہی طلاق ہے!''

چاروں فقہوں (حنفی، حنبلی، شافعی اور مالکی) میں ایک اور نقطۂ نظر سے بھی تین دفعہ طلاق کا لفظ دہرانے کے باوجود اسے ایک طلاق شمار کرنے کی گنجائش موجود ہے، حالانکہ یہ سب اصحابِ فقہ ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے کے قائل ہیں۔

چنانچہ کتاب الفقہ علی المذاهب الأربعة کے مؤلف فقہ مالکی کی صراحت کرتے ہیں:

فقہ مالکی کا فتویٰ

الصورة الأولىٰ: أن يقول لها: أنتِ طالق طالق طالق بدون عطف وتعليق وحكم هذه الصورة أنه يقع بها واحدة إذا نوي بالثانية والثالثة التأكيد.[2]

''اگر اس نے کہا: تجھے طلاق طلاق طلاق بغیر عطف اور تعلیق کے تو اس صورت میں ایک ہی طلاق ہو گی جب اس کی نیت دوسری، تیسری طلاق سے تاکید کی ہو۔''

---

۱ ماہنامہ 'الشریعہ' گوجرانوالہ، دسمبر ۲۰۱۰ء: ص ۴۸،۴۹

۲ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: کتاب الطلاق، مبحث تعدد الطلاق: ۴/ ۳۱۰

فقہ حنبلی کا فتویٰ

حنبلی مسلک کی کتاب 'المغنی' میں علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

فإن قال: أنت طالق طالق، طالق وقال أردت التوكيد قبل منه لأن الكلام يكرّر للتوكيد كقوله عليه السلام: فنكاحها باطل باطل باطل. وإن قُصد الايقاع وكرّر الطلقات طُلّقت ثلاثا. وإن لم ينو شيئًا لم يقع إلا واحدة.[1]

"اگر کہا: تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے اور کہے کہ میں نے تاکید کی غرض سے کہا تھا تو اس کا یہ بیان قبول کر لیا جائے گا کیونکہ بات تاکیداً دہرائی جاتی ہے جس طرح کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے" (یعنی ایک حدیث میں نکاح کے باطل ہونے کا لفظ تاکید کی غرض سے تین مرتبہ دہرایا گیا ہے) لیکن اگر اس کی نیت تین طلاقوں کے ایقاع (واقع کرنے) کی تھی اور طلاقوں کو دہرایا تھا تو پھر تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر کوئی نیت نہیں تھی تو صرف ایک طلاق ہو گی۔"

فقہ شافعی کا فتویٰ

شافعی مسلک کی کتاب روضة الطالبين میں امام نوویؒ لکھتے ہیں:

ولو كرّر اللفظة ثلاثًا وأراد بالآخرتين تأكيد الأولىٰ لم يقع إلا واحدة[2]

"اگر اس نے طلاق کا لفظ تین مرتبہ دہرایا لیکن آخری دو مرتبہ سے اس کا مقصد پہلی طلاق کی تاکید تھا تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔"

فقہ ظاہری کا فتویٰ

علامہ ابن حزم المحلّٰی میں لکھتے ہیں:

فلو قال لموطوئة: أنت طالق أنت طالق أنت طالق، فإن نوى التكرير لكلمته الأولى وإعلامها فهي واحدة وكذلك إن لم ينو بتكراره شيئًا.[3]

---

۱ المغنی از ابن قدامہ: ۷/ ۳۶۹، ۳۷۲، دار الفکر، بیروت ۱۹۸۴ء

۲ روضۃ الطالبین ۸/ ۷۸، طبع المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۹۱ء

۳ المحلی: ۱۰/ ۱۷۴

"مدخول بہا عورت سے شوہر نے کہا: تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق۔ پس اگر اس تکرار سے اس کی نیت پہلی طلاق ہی کی تاکید اور اس کی اطلاع ہے تو یہ ایک ہی طلاق ہے اور اسی طرح اس وقت بھی ایک ہی طلاق ہوگی جب اس تکرار سے اس کی کوئی نیت ہی نہ ہو۔"

فقہ حنفی کا فتویٰ

① حنفی مسلک کی کتاب 'بہشتی زیور' میں مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم لکھتے ہیں:

"کسی نے تین دفعہ کہا: تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق، تینوں طلاقیں پڑ گئیں یا گول الفاظ میں تین مرتبہ کہا، تب بھی تین پڑ گئیں۔ لیکن اگر نیت ایک ہی طلاق کی ہے، فقط مضبوطی کے لئے تین دفعہ کہا کہ بات خوب پکی ہو جائے تو ایک ہی طلاق ہوئی لیکن عورت کو اس کے دل کا حال تو معلوم نہیں، اس لئے یہی سمجھے کہ تین طلاقیں مل گئیں۔"[1]

② مولانا مجیب اللہ ندوی (بھارت): آپ بھی مسئلۂ طلاقِ ثلاثہ میں حنفی موقف کے نہایت سختی سے قائل ہیں لیکن اس کے باوجود اپنی کتاب 'اسلامی فقہ' میں لکھتے ہیں:

"البتہ اگر کسی نے اس طرح کہا کہ تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق تو اگر اس سے اس کی نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی بلکہ صرف تاکید کرنی مقصود تھی تو ایک ہی طلاق رجعی پڑے گی۔"[2]

③ مفتی مہدی حسن (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند): اپنی کتاب إقامة القیامة میں تحریر کرتے ہیں:

"اگر عورت مدخول بہا ہے اور ایک ہی طلاق دینے کا ارادہ تھا لیکن بتکرار لفظ تین طلاق دی اور دوسری اور تیسری طلاق کو بطورِ تاکید استعمال کیا ہو تو دیانتاً قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی، اس میں اختلاف نہیں۔"[3]

④ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سیکرٹری جنرل مسلم پرسنل لا بورڈ، ہند): تاکید کے طور پر تین مرتبہ طلاق کا لفظ دہرانے کے بارے میں آپ نے 'تین طلاقوں میں تاکید کا اعتبار' کا عنوان قائم کرکے اس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور آپ بھی ان علمائے احناف میں سے ہیں جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے

---

۱ بہشتی زیور: ۱۹/۴

۲ اسلامی فقہ: ۲۶۰/۲

۳ اقامۃ القیامہ: ص ۷۵

تین ہی واقع ہونے کے مسئلے میں سخت متشدد ہیں، لیکن اس کے باوجود لکھتے ہیں:

"ایک مجلس کی تین طلاقیں بھی واقع ہوجائیں گی، لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے جب تین کے عدد کی صراحت ہو مثلاً کہا جائے: "میں نے تین طلاقیں دیں۔" اگر صرف طلاق کو تین بار کہا کہ تم کو طلاق، طلاق، طلاق تو اب دو باتوں کا احتمال ہے: ایک یہ کہ تین طلاقیں دینا مقصود ہیں یا یہ کہ ایک ہی طلاق دینی مقصود ہے اور تاکید کے لئے تین بار طلاق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ پہلی صورت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی اور دوسری صورت میں صرف ایک، اس لئے کہ تاکید کسی چیز کے وقوع کو اور (مزید) مؤکد تو کرتا ہے لیکن اس کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں کرتا۔

اس طرح اس معاملے کا دارومدار طلاق دینے والے کے ارادے پر ہے مگر اس میں اس بات کا قوی احتمال تھا کہ لوگ تین طلاق کے ارادے سے اس طرح کا فقرہ استعمال کریں اور بعد میں بیوی کی علیحدگی سے بچنے کے لئے کہہ دیں کہ تاکید کی نیت تھی، اس لئے فقہا نے کہا کہ ایسے فقروں میں دیانتاً اور فی مابینہ وبین اللہ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس طرح طلاق دینے کے بعد پھر اپنی بیوی سے رجعت کرلے تو اس کو ان شاء اللہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔

مگر ہمارے زمانے میں جہالت اور ناواقفیت اور شرعی تعلیمات سے دوری کے باعث صورتِ حال یہ ہوگئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ طلاق واقع ہی اس وقت ہوتی ہے جب تین بار طلاق کا لفظ کہا جائے۔ ان حالات میں مناسب ہوگا کہ جہاں صرف لفظ 'طلاق' کا تکرار ہو اور تاکید کا معنی مراد لیا جاسکتا ہو، وہاں ایک ہی طلاق واقع قرار دی جائے اور قضاءً (عدالت میں) بھی اس شخص کی نیت کا اعتبار کیا جائے۔

خوشی کی بات ہے کہ دار العلوم دیوبند کے دار الافتا نے اس مسئلے میں پیش قدمی کی ہے اور فتاویٰ میں اس کی رعایت شروع کردی ہے، چنانچہ اس مسئلے پر دار العلوم دیوبند کا ایک فتوی ملاحظہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید نے اپنی بیوی کو اس طرح طلاق دی: "تم کو طلاق طلاق طلاق۔" اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی اور کیا مراجعت کی گنجائش ہوگی؟

(المستفتی: خالد سیف اللہ رحمانی)

جواب: صورتِ مذکورہ میں ہمارے اطراف کے عرف کے اعتبار سے زید کی مدخولہ بیوی پر ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی۔ اگر آپ کے یہاں کا عرف بھی یہی ہو تو ایک طلاقِ رجعی کے وقوع کا حکم ہوگا۔ طلاقِ رجعی کا حکم ہے کہ اندرونِ عدت رجوع اور بعد عدت بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح جائز ہے۔

واللہ اعلم(الفتاوی الهندیة:۲/۵۰)

کفیل الرحمٰن نشاط (نائب مفتی دارالعلوم دیوبند) ۲۱/شعبان ۱۴۰۵ھ

الجواب الصحیح ظفیر الدین غفرلہ (مفتی دارالعلوم دیوبند) ۲۱/شعبان ۱۴۰۵ھ

مہر دارالافتا، دارالعلوم دیوبند

ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کے دوسرے دارالافتا اور اہل علم بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا کریں، اس لئے کہ قریب قریب پورے ملک کا عرف یہی ہے کہ لوگوں نے ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جب تک تین بار طلاق کا لفظ نہ استعمال کیا جائے، طلاق واقع ہی نہ ہو گی۔"[1]

از مرتب: اسی سے ملتی جلتی صورت ہمارے خیال میں یہ ہے کہ لوگ شرعی احکام سے عدم واقفیت کی وجہ سے تین کے عدد کے ساتھ طلاق دیتے ہیں لیکن بعد میں جب اس کا علم ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں سمجھ رہا تھا کہ تین مرتبہ طلاق کے الفاظ استعمال کئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی۔

تبصرہ از راقم: اس صورتِ حال کو بھی ہم دردی سے دیکھنا چاہئے اور ایسے شخص کی بھی تین طلاقوں کو تاکید پر محمول کر کے ایک طلاق کے وقوع کا حکم لگانا چاہئے۔

مسلم ممالک میں طلاق کا قانون

مسلم ممالک نے تطلیقاتِ ثلاثہ کے سلسلے میں جو قوانین بنائے ہیں، ان کی حیثیت شرعی حجت کی نہیں ہے، اس لئے ان قوانین کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا، تاہم یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ کن ممالک نے اس سلسلے میں اقدامات کئے ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر، یعنی بغرضِ معلومات اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

① سب سے پہلے مصر نے ۱۹۲۹ء میں ایک ہی وقت کی تین طلاقوں کے اُصول کو ختم کر دیا اور قانون یہ بنایا کہ متعدد طلاقیں صرف ایک شمار ہوں گی اور وہ رجعی ہو گی۔ پیر کرم شاہ ازہری نے بھی اپنی مذکورہ کتاب میں اس مصری قانون کی مختصر تفصیل پیش کی ہے اور اس کے حوالے سے پاکستان کے حنفی علما کو بھی یہی مسلک اپنانے کی تلقین کی ہے۔ اس قسم کا قانون سوڈان نے ۱۹۳۵ء میں، اُردن نے ۱۹۵۱ء میں، شام نے ۱۹۵۳ء میں، مراکش نے ۱۹۵۸ء میں، عراق نے ۱۹۰۹ میں اور پاکستان نے ۱۹۶۱ء میں نافذ کیا۔[2]

1 جدید فقہی مسائل:۲/۱۰۸تا۱۱۱

2 'ایک مجلس کی تین طلاقیں...' از راقم: ص۶۸، ۶۹

علماے حنفیہ کے لئے دعوتِ غور وفکر

اور اب سب سے آخر میں مولانا اشرف علی تھانوی کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیں۔ ضرورت کے تحت فقہ حنفی کو چھوڑنے کے لئے مولانا اشرف علی تھانوی کا طرزِ عمل ایک مثال ہے:

آج سے تقریباً ۸۸ سال قبل ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء میں مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے ایک کتاب تالیف فرمائی تھی جس کا نام ہے: الحيلة الناجزة في حليلة العاجزة (مشکلات سے دوچار شادی شدہ عورت کے لئے کامیاب حیلہ یا تدبیر) اس میں حسبِ ذیل عورتوں کی مشکلات کا حل پیش کیا گیا تھا:

☆ مجنون شخص کی بیوی ☆ نامرد شخص کی بیوی

☆ مفقود الخبر (لاپتہ شوہر) کی بیوی ☆ مُتعنّت (نان نفقہ نہ دینے والے) کی بیوی

ان کا حل پیش کرنے کی وجہ یہ تھی کہ فقہ حنفی میں مذکورہ عورتوں کی مشکلات کا یعنی خاوندوں سے گلو خلاصی (چھٹکارا) حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے، اس بات کا اعتراف اس کتاب کے نئے ایڈیشن کے دیباچے میں مولانا تقی عثمانی صاحب نے بھی کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ”ایسی خواتین جنہوں نے نکاح کے وقت تفویض طلاق کے طریقے کو اختیار نہ کیا ہو، اگر بعد میں کسی شدید مجبوری کے تحت شوہر سے گلو خلاصی حاصل کرنا چاہیں، مثلاً شوہر اتنا ظالم ہو کہ نہ نفقہ دیتا ہو، نہ آباد کرتا ہو، یا وہ پاگل ہو جائے یا مفقود الخبر ہو جائے یا نامرد ہو اور از خود طلاق یا خلع پر آمادہ نہ ہو تو اصل حنفی مسلک میں ایسی عورت کے لئے شدید مشکلات ہیں، خاص طور پر ان مقامات پر جہاں شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والا کوئی قاضی موجود نہ ہو، ایسی عورتوں کے لئے اصل حنفی مسلک میں شوہر سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے۔“[1]

مولانا اشرف علی تھانوی نے مذکورہ بیشتر مسائل میں فقہ حنفی کو ترک کر کے مالکی مذہب کے مطابق فتویٰ دیا اور اس کی روشنی میں ان کو اپنے شوہروں سے گلو خلاصی (چھٹکارے) کا طریقہ بتلایا، اس کی تفصیل مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، علاوہ ازیں مولانا تھانوی کے ان فتووں کو اس وقت کے تمام کبار حنفی علمانے بھی تسلیم کیا جن کی تصدیقات بھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ کسی نے بھی ان پر فقہ حنفی سے خروج کا فتویٰ نہیں لگایا کیونکہ کتاب میں مولانا تھانوی نے صراحت کی ہے کہ ضرورتِ شدیدہ کے وقت کسی دوسری فقہ پر عمل کرنے

---

1 الحيلة الناجزة: ص ۱۰، دارالاشاعت کراچی

کی اجازت خود فقہاے احناف نے دی ہے۔ اسی اجازت کی وجہ سے یہ سہولتیں عورتوں کو دی جارہی ہیں جو فقہ حنفی میں نہیں ہیں۔

یہاں یہ مثال پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ بیک وقت دی گئیں تین طلاقوں کو نافذ کرکے دفعتاً میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کردینا بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے بے شمار پیچیدگیاں اور معاشرتی مسائل پیدا ہورہے ہیں جس کی کچھ تفصیل راقم کی محولہ بالا کتاب میں موجود ہے۔ اس کے حل کے لئے بھی ضروری ہے کہ موجودہ علماے احناف مولانا تھانوی کی طرح ایسا اقدام کریں کہ مسئلہ طلاقِ ثلاثہ کی وجہ سے مسلمان عورت جن آلام ومصائب کا شکار ہوتی ہے، اس سے محفوظ ہوجائے اور وہ حل یہی ہے کہ زیر بحث طلاقِ ثلاثہ کو ایک طلاق رجعی شمار کریں جس کی پوری گنجائش شریعت میں بھی موجود ہے اور فقہ حنفی سمیت دیگر مذاہبِ ثلاثہ میں بھی ہے۔

آمدم برسر مطلب!

اس ساری تفصیل کے پیش کرنے سے اصل مقصود یہ ہے کہ مسئلہ طلاقِ ثلاثہ میں یہ پوری گنجائش موجود ہے کہ اسے ایک طلاقِ رجعی شمار کرکے خاوند کو عدت کے اندر صلح اور رجوع کرنے کا حق دیا جائے تاکہ گھر اُجڑنے سے بچ جائے لیکن علماے احناف اپنے فقہی جمود کی وجہ سے یہ معقول راستہ اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جس کی وجہ سے پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں میں بے شمار خاندان اس جمود کا شکار ہوکر اُجڑ چکے ہیں اور آئے دن یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، حتیٰ کہ نوبت بہ ایں جارسید کہ بھارتی سپریم کورٹ نے اس طریقۂ طلاق کو سب سے بدترین قسم قرار دیا اور پھر بالآخر اس کو غیر قانونی بھی قرار دے دیا۔(یہ دونوں خبریں آخر میں ملاحظہ کریں)

بھارتی مسلمانوں کے 'مسلم پرسنل لا بورڈ' نے اس فیصلے کو ردّ کردیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت ہے، ان کے مطابق بھارتی آئین بھی ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق فیصلے کرنے کا حق دیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بورڈ کے سیکرٹری جنرل مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے کہا ہے کہ مسلمانوں میں طلاق کی شرح بالکل نہ ہونے کے برابر ہے، اس لئے اس مسئلے کی آڑ میں ہندو لابی یکساں سول کوڈ لانا چاہتی ہے، ورنہ سرے سے یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔

ہم موصوف کی اس رائے سے تو متفق ہیں کہ یکساں سول کوڈ کے خلاف بھرپور مزاحمت کی جائے، یہ بھارتی مسلمانوں کا مذہبی حق بھی ہے اور آئینی طور پر بھی درست ہے۔ لیکن اس رائے سے اتفاق مشکل ہے کہ سرے

سے یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے اور طلاق کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم پاکستان میں بھی سالہا سال سے دیکھ رہے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کی وجہ سے گھر اُجڑ رہے ہیں، بچے اور عورتیں بے سہارا ہو رہی ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں اور اس کے ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ بھارت میں بھی اس مسئلے کی وجہ سے مسلمان عورتیں اور بچے مظلومیت کا شکار ہیں۔ اس لئے مسلم پرسنل لا بورڈ، ہند کا یہ دعویٰ کہ یہ مسئلہ ہی نہیں ہے، شترمرغ کی طرح سر ریت میں چھپانے سے مختلف نہیں ہے۔

یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ نے ایک دستخطی مہم شروع کی ہے جس میں مسلمان عورتوں سے یہ عہد لیا جارہا ہے کہ ہم شریعتِ اسلامیہ ہی کی روشنی میں اپنا ہر فیصلہ کرنا پسند کرتی ہیں۔ اس مہم کے مطابق پانچ کروڑ مسلمان عورتوں کے دستخط حاصل کر کے حکومتِ ہند کو پیش کئے جا چکے ہیں۔

یہ بھی اپنی جگہ بالکل درست اور مسلمانوں سے شریعت پر استقامت کا عہد بھی اچھا ہے اور حکومت پر یہ واضح کرنا نہایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنے مذہب میں حکومت کو مداخلت کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ لیکن ہم عرض کریں گے کہ اس جدوجہد کے ساتھ ساتھ اصل مسئلے سے اغماض نہ برتا جائے اور اس سے پیدا ہونے والی پیچیدگیوں اور خرابیوں کو نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ منظم انداز میں اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ مسلمانوں میں غلط طریقۂ طلاق سے آئے دن ظلم وستم کی جو صورتیں رونما ہوتی رہتی ہیں جس کا نشانہ زیادہ تر عورتیں ہی بنتی ہیں، اس کا مستقل مداوا ہو سکے اور وہ طریقہ وہی ہے جو خود متعدد علمائے احناف نے بھی تجویز کیا ہے جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزری۔

پس چہ باید کرد

اس مرحلے میں یہ ضروری ہے کہ جس طرح مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے زوجۂ مفقود الخبر کے بارے میں حنفی مسلک چھوڑ کر مالکی مسلک کو اختیار کیا اور اس پر دیگر علمائے احناف کو بھی قائل کیا، بالکل اسی طرح بھارت کے علمائے احناف کو متفق ہو کر ایک مجلس کی تین طلاقوں میں جو گنجائش خود حنفی علما نے اپنی فقہ حنفی ہی کی روشنی میں بیان کی ہے، اسے اختیار کرنا چاہئے۔

پاک وہند کی مسلمان عورتوں پر یہ اسی قسم کا ایک بڑا احسان ہو گا جو آج سے ۸۸ سال قبل ہندوستان ہی میں ہندوستانی علمائے احناف نے متحد ہو کر اور ایک موقف اپنا کر مسلمان عورتوں پر کیا تھا۔ وما علينا الا البلاغ المبين

حافظ صلاح الدین یوسف (مشیر وفاقی شرعی عدالت، پاکستان)

(مسلمانوں میں تین طلاقیں نکاح ختم کرنے کی بدترین قسم ہے۔ بھارتی سپریم کورٹ)

نئی دہلی (آوازنیوز) بھارتی سپریم کورٹ نے بیک وقت تین طلاقوں کو مسلمانوں میں نکاح ختم کرنے کی سب سے بدترین اور نامناسب قسم قرار دے دیا ہے۔ بھارتی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس جے ایس کھیہر کی سربراہی میں پانچ رکنی بنچ نے بیک وقت تین طلاقوں کے حوالے سے کیس کی سماعت کی۔ سابق بھارتی وزیر سلمان خورشید نے عدالت کو بتایا کہ بیک وقت تین طلاقوں کے لئے عدالتی جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہ کہ خواتین کے پاس اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ شادی کے وقت نکاح نامے میں یہ شرط عائد کر دیں کہ بیک وقت تین طلاقیں اُنہیں نامنظور ہیں۔ عدالت نے سابق وفاقی وزیر سے کہا کہ ایسے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کی فہرست پیش کریں جہاں بیک وقت تین طلاقیں دینے پر پابندی عائد ہے جس پر بنچ کو بتایا گیا کہ پاکستان، افغانستان، مراکش اور سعودی عرب میں قانونی طور پر نکاح کے خاتمے کے لئے بیک وقت تین طلاقیں دینے کی اجازت نہیں ہے۔ سینئر وکیل رام جیٹھ ملانی نے عدالت میں موقف اختیار کیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا آئینی بنیادوں پر بھی مساویانہ حقوق پر حملہ ہے۔ اُنہوں نے مزید کہا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے کا حق صرف شوہر کو حاصل ہے جو آئین کے آرٹیکل ۱۴ کی خلاف ورزی ہے۔ رام جیٹھ ملانی کا کہنا ہے کہ اس طرح طلاق دینے کا طریقۂ کار بے رحمانہ اور قرآنِ کریم کے اصولوں کے بھی خلاف ہے جس کی کسی بھی صورت میں وکالت نہیں کی جا سکتی۔ تین طلاقوں سے متاثرہ خاتون کے وکیل نے عدالت کو بتایا کہ دنیا کا کوئی بھی قانون شوہر کی خواہش پر بیوی کو سابقہ بیوی بنانے کے اجازت نہیں دیتا اور یہ لاقانونیت کی سب سے بری قسم ہے۔ عدالت نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد ریمارکس دیئے کہ باوجود اس کے کہ مسلمانوں کے کچھ مسالک میں بیک وقت تین طلاقیں دینا جائز ہے لیکن پھر بھی بیک وقت تین طلاقیں دے کر نکاح ختم کرنے کا عمل مسلمانوں میں نکاح ختم کرنے کی سب سے بدترین قسم ہے۔"

(روزنامہ 'آواز' لاہور: ۱۳؍ مئی ۲۰۱۷ء)

(بھارتی سپریم کورٹ نے اکٹھے ۳ طلاقوں کو غیر قانونی قرار دے دیا!)

معاملہ قانون سازی کے لئے اسمبلی بھیجنے کی تجویز

نئی دہلی (آواز نیوز) بھارتی سپریم کورٹ نے مسلمانوں میں تین طلاق کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ سپریم کورٹ کے ۵ رکنی بنچ نے تین طلاق کے خلاف دائر درخواست کی سماعت کی جب کہ عدالت نے تین طلاقوں کو مسلم خواتین کے حقوق کے خلاف قرار دیتے ہوئے اسے غیر قانونی قرار دے دیا۔ پانچ رکنی ججز میں سے تین ججز نے تین طلاقوں کو آئین سے متصادم جب کہ بھارت کے چیف جسٹس سمیت دو ججز نے اس معاملے کو قانون سازی کے لئے اسمبلی میں بھیجنے کی رائے دی۔ چیف جسٹس جے ایس کیہر اور جسٹس ایس عبد النظیر نے قرار دیا کہ تینوں طلاق کا معاملہ مسلم مذہب کا بنیادی حق ہے اور یہ غیر قانونی نہیں۔ جسٹس کورین جوزف، جسٹس آر ایف ناریمان اور جسٹس یو یو لالت نے تین طلاقوں کو مسلم خواتین کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی اور غیر قانونی قرار دیا۔ بھارتی چیف جسٹس نے ذاتی رائے دیتے ہوئے اور درخواست کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ اس معاملے کو حکومت کے پاس بھیج دیا جائے اور حکم دیا کہ چھ ماہ میں تین طلاقوں پر قانون سازی کی جائے۔ تاہم حتمی فیصلے میں ججز کی تین دو سے رائے آنے کے بعد اکثریت کو سامنے رکھتے ہوئے پانچ رکنی بنچ نے تین طلاقوں کو غیر قانونی قرار دیا۔ عدالتی فیصلے کے بعد تین طلاقوں کے خلاف درخواست گزار شیارا بانو کا کہنا تھا کہ آج میں خود کو آزاد محسوس کر رہی ہوں۔ عدالتی فیصلے سے بہت سی مسلم خواتین کو آزادی ملے گی۔ شیارا بانو نے دعویٰ کیا کہ بہت سے مسلم ممالک میں تین طلاقوں پر پابندی ہے۔ دوسری جانب بھارت میں سرگرم مسلم تنظیموں کا کہنا ہے کہ ریاست کو مذہب میں مداخلت کا کوئی اختیار نہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ ہندو اکثریت معاشرے میں بڑھتے مسلم اثر ورسوخ سے خوفزدہ ہے۔

(روزنامہ 'آواز' لاہور: ۲۳؍ اگست ۲۰۱۷ء)